۱۔ نظریہ توحید :

نظریہ توحید یہ ہے کہ اس کائنات کا نظام چلانے والا ایک ہے جو مالک و خالق ہے اور جب یہ مان لیا گیا کہ اس کا خالق ایک ہے (یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی۔ الحجرات آیت ۱۳) (اے لوگوں ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا) تو پھر نسل و رنگ کے تمام امتیازات خود بخود مرتفع ہو جاتے ہیں ۔

۲۔ وحدت نسل انسانی :

قرآن مجید کے نزدیک روئے زمین کے تمام انسانوں کی تخلیق وحدت کے مطابق عمل میں آئی ہے ، تمام انسان نفس واحدہ سے نکل کر بساط وجود پہ آئے ہیں اور نفس واحدہ اور جسم واحدہ کی مانند جہان تخلیق میں پیدا کئے گئے ۔ جس طرح انسان اپنے اعضاء اور ترکیب عناصر کے بعد ایک جسم واحد بن جاتا ہے ۔ اسی طرح تمام انسان متحد ہو کر اجتماعی نظم پیدا کرتے ہیں اور تخلیقی معاشرہ کی تکوین کا موجب بنتے ہیں ۔ تخلیق میں وحدت کا نظریہ یہ ہے کہ تمام انسانوں کی پیدائش ایک وحدت ہے ، یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (النساء آیت : ۱) اے لوگو ! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں نفس واحدہ سے پیدا کیا) اس کے ساتھ ہی فرما دیا ، وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا (تمام لوگ ایک ہی امت تھے ، پھر مختلف ہو گئے) کان الناس امۃ واحدۃ (البقرہ آیت ۲۱۳) (سب لوگ ایک ہی امت تھے) جب یہ نظریہ دیا تو ساتھ ہی اس نے نظریے کی وضاحت بھی کر دی کہ انسان نسلی ، قومی ، لسانی ، وطنی اور دیگر امتیازات کی بنا پر ایک دوسرے پہ بڑائی کا اظہار نہ کرے ۔ اب کسی انسان کو یہ نظریہ مان لینے کے بعد کسی پہ اپنی فوقیت کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے ، ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ، وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ الحجرات آیت ۱۳) ۔ (ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے بنائے ہیں) غرض تمام نسل انسانی کو ایک لڑی میں پرو دیا ۔

۳۔ عالمی آئین کا تصور :

اس کے بعد تیسری حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک عالمی آئین کا تصور دیا ۔ وہ عالمی آئین اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب قرآن کریم ہے ، جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی مصدقا لما بین یدیہ (تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی (آل عمران آیت ۳) اور الیوم اکملت لکم دینکم (آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل

کر دیا ہے (المائدہ آیت ۲) کا دعویٰ کرتی ہے اور پھر فرمایا کہ یہ کتاب جو ہدایت کی کتاب ہے صرف ایک قوم یا حکومت کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے۔ اِن ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم (بے شک یہ قرآن وہ راہ بتلاتا ہے جو سب کے لئے سیدھی ہے۔ بنی اسرائیل آیت ۸) جب انسان یہ سمجھ لے گا کہ تمام احکام سب انسانوں کے لئے یکساں ہیں، تو وہ بھی تمام کائنات کے انسانوں کو ایک ہی لڑی کے دانے سمجھے گا۔

۴۔ ایک عالمگیر پیغمبر کا نظریہ :

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنا کر سب سے آخر میں مبعوث فرمایا۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (اور لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور مہر سب نبیوں پر۔ سورہ الاحزاب آیت ۴۰) اور آپ کو "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" (اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷) کا خطاب دیا۔ آپ سے پہلے کے انبیائے کرام تمام دنیا کے ہادی بن کر نہیں آئے تھے بلکہ "ولکل قوم ھاد" (ہر گروہ کے لئے ایک ہادی تھا سورہ الرعد آیت ۷) "وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر" (اور کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈر سنانے والا۔ سورہ الفاطر آیت ۲۴) یعنی وہ کسی خاص گروہ یا قوم کی طرف مبعوث کئے گئے تھے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے لئے ہادی بنا کر بھیجا۔ ارشاد ہے وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً (ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ سورہ السبا آیت ۲۸) "قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (آپ فرما دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ سورہ الاعراف آیت ۱۵۸) ظاہر ہے کہ جو نبی تمام دنیا کے لئے ہوگا۔ اس کے دیئے ہوئے پیغام کے مطابق تمام دنیا کے بسنے والے انسان زندگی بسر کریں گے۔

۵۔ عالمگیر برادری :

عالمگیر برادری قائم کرنے کے بارے میں ایک گروہ پر ذمہ داری عائد کر دی اور اسے مختلف ناموں سے موسوم کیا۔ "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ" (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو۔ تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو آل عمران آیت ۱۱۰) اور ساتھ ہی فرما دیا۔ انما المؤمنون اخوۃ (تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں (سورۃ الحجرات آیت ۱۰)

یہ وحدت نسل انسانی کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور یہ مشن "تأمرون بالمعروف و تنہون عن المنکر" (تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو آل عمران آیت ۱۱۰) ہے، اور ساتھ ہی ساتھ جس بات کا دعویٰ ہے اس کی تعمیل بھی ہے اس قوم کا دائرہ بڑا وسیع ہے اس کے دامن میں عربی، عجمی، حبشی، ہندی ایرانی، ترک غرض دنیا میں بسنے والا ہر فرد شامل ہو سکتا ہے۔ جب ہر فرد اس میں پناہ لیتا ہے تو برابر حقوق کا حق دار بن جاتا ہے، جو اس کو حاصل ہو جاتے ہیں خواہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ خاندان سے تعلق رکھنے والا ہی کیوں نہ ہو، جب وہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو جس طرح اللہ نے فرمایا "انما المؤمنون اخوۃ" (الحجرات آیت ۱۰) کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں تو وہ برابر حقوق کا حق رکھتا ہے اور یہ تصور ہو گا کہ درحقیقت نسل انسانی ایک ہے امت مسلمہ راہ اعتدال پر قائم رہنے والی امت ہے۔ یہ دو انتہاؤں کے درمیان چلنے والی امت ہے اس کا مشن دنیا سے برائی ختم کرنا اور نیکی پیدا کرنا ہے اور فرمایا "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (سورہ الاحزاب آیت ۲۱) تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونے موجود ہیں۔

امت اسلامیہ کی تاریخی تشکیل

حکومت کی تشکیل ایک منظم قوم کی تشکیل پر منحصر ہے۔ دنیا میں حکومت قائم کر لینا آسان ہے لیکن ایک قوم کا بنانا مشکل ہے، اور ایک بڑی قوم کا بنانا تو اور بھی دشوار ہے۔ اسلام سے قبل بدھ مت اور عیسائیت کی تحریکیں اٹھی تھیں، انہوں نے عالمگیر معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہیں۔ جدید دور میں جب ... تحریک کا آغاز ہوا، تو اس کے داعیوں کا خیال تھا کہ ایک عالمگیر قومیت بنائی جائے۔ لیکن یہ صرف نعرے تک ہی محدود رہی۔ اسلام کے ظہور کے بعد امت مسلمہ کا ظہور قدرتی بات تھی لیکن اس مقصد کے پورا کرنے میں جن اہم طریقوں سے کام لیا گیا ہے، وہ بھی قدرت کے منشا کے مطابق ہے دنیا میں امت مسلمہ کے ظہور کا فلسفہ ایک قدرتی عمل پر منحصر ہے۔ اقوام، فرد امت اور حکومت، یہ تین عناصر ہیں جو تعلق کی زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہیں اسلامی نظام میں سب سے پہلی چیز فرد ہے۔ پہلے ایک فرد پیدا ہوتا ہے فرد سے امتیں تشکیل پاتی ہیں اور امت حکومت قائم کرتی ہے جس کا نام ریاست عامہ ہے۔ نظم و نسق کا یہ عجیب و غریب سلسلہ ایک دور کی شکل میں باقی رہتا ہے، فرد امت کو بناتا ہے۔ امت اپنے انداز سے بہترین فرد کو پیدا کرتی ہے۔ پھر فرد بہترین امت کو بناتا ہے اور بہترین امت بہترین فرد کو پیدا کرتی ہے۔ یہ دور جب تک قانونی روایات کے مطابق جاری رہے گا۔ اسلام

کا نظام اپنی داخلی قوت اور بیرونی دباؤ کو جاری رکھے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرد تھے۔ آپ نے امت کو بنایا امت نے اپنے اندر صدیق اکبرؓ کو پیش کیا، پھر صدیقؓ اکبر نے امت کو بنایا اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ یہاں تک کہ امت مسلمہ اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ منظرِ عام پہ آگئی۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیئے کہ امت اسلامیہ کا اجتماعی نظام تاریخ عالم کے تمام نظاموں کے مقابلے میں جداگانہ طرز پہ ہوا ہے۔ فرد سے قبیلے کا ظہور اور قبائل کو ترکیب سے ایک قوم کا ظہور ہمیشہ ایک خودکار اجتماعی مصالح کے ماتحت ہوتا ہے لیکن پیغمبرِ اعظم کا ظہور من جانب اللہ ہوا۔

تنظیم امت کے سیاسی مرحلے :

چالیس سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا عقیدہ پیش کیا جو پہلا قانون تھا جس پر ربانی قوم کی تنظیم کا کام شروع ہوا۔ اس مقصد کو اپنی کامیابی کے لئے مندرجہ ذیل سیاسی منزلوں سے گذرنا پڑا۔

۱۔ گھریلو معاشرہ : سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو معاشرے کی تشکیل کی طرف توجہ دی نتیجہ کے طور پہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ کی دعوت کو قبول کیا۔

۲۔ خاندانی معاشرہ : گھر کی چار دیواری سے نکل کر آپ نے خاندانی معاشرے کی تشکیل کی ضرورت محسوس کی۔ اس سلسلے میں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے نمائندوں کو اپنے گھر دعوت میں شریک کر کے تبلیغ کی۔ نتیجتہً صدیقؓ اکبر، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ نے اسلام قبول کر کے خاندانی معاشرے کی رکنیت کو حاصل کیا۔

۳۔ شہری معاشرہ : اس سے بھی آگے نکل کر پورے شہر کو معاشرے میں شامل کرنے کے لئے کوہ صفا پہ چڑھ کر دعوت عام دی، چنانچہ حضرت عثمانؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور سعدؓ بن ابی وقاص، جیسے بلند پایہ اشخاص اسلامی نظام سے وابستہ ہو گئے۔ اس طرح معشر قریش کے مقابلے میں معشر مسلمین ہو گیا۔

۴۔ خفیہ معاشرہ

جب اعلانیہ طور پہ معاشرے کی تشکیل میں رکاوٹیں پیش آنے لگیں تو خفیہ طور پہ دار ارقم میں دارالندوہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس طرح تین سال تک دعوت دین کا سلسلہ خفیہ رہا۔ تاہم معاشرے کی بنیادیں جڑ پکڑتی رہیں۔

۵۔ عالمگیر سیاسی معاشرہ : اللہ تعالےٰ کے فرمان کے ساتھ ہی کہ فاصدع بما تومر و اعرض

عن المشرکین" (جس چیز کا حکم دیا جاتا ہے اسے صاف صاف بیان کر دیجئے۔ اور مشرکوں سے کنارہ کشی اختیار فرمالیجے۔ سورہ الحجرات آیت ۹۴) آپ نے عام مہم کا آغاز کر دیا۔ عکاظ اور مجانہ کے سالانہ میلوں اور جشنوں میں ایک ایک کے سامنے اہمیت واضح کی اور کھلے لفظوں میں تبلیغ کا سلسلہ یاایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ مسند احمد بن حنبل (۳ - ۴۹۲) (اے لوگو! توحید کا اقرار کر کے اسلامی معاشرے کے فرد بن جاؤ کامیابی پا جاؤ گے) سے جاری رکھا۔ آخر کار نوبت ہجرت مدینہ تک آگئی۔ اور پھر اسلام کی اقصائے عالم میں شہرت اور قرب وجوار کے قبائل سے معاہدات کا طے ہونا۔ یہ تمام مرحلے طے کرنے کے بعد دشمنوں کے خلاف جہاد کرنا اور سب کو ایک معاشرے میں پرونے کے لئے پوری طرح جدوجہد کرنا اور آخر کار اپنی کوشش میں کامیاب ہو جانا، اور ایسی منظم حکومت کا قیام جس کے سامنے دنیا کی طاقتیں دم توڑتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

۶ - اجتماعی تعامل :

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا سیاسی تعامل کوئی امت پر بہترین گواہ ہے۔ خیر القرون کے فیصلہ کن لمحات اسی مقصد کی تکمیل کے لئے صرف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں ہر حکم اجتماعی نظام کے قیام و دوام اور استحکام پر مبنی تھا۔ قرآن پاک نے جب کوئی حکم دیا، آنحضرت نے قول و عمل سے اس کی تصدیق کر دی اور خلفائے راشدین نے حکمت عملی کے میدان میں اس سے کام لیا۔ یہاں تک کہ وہ ساری دنیا کے لئے نمونہ بن گیا۔ آنحضرت کے مجموعی قوانین و ہدایات میں جو بنیادی احکام موجود ہیں، ان میں حکومت کے پانچ ستون ذکر کئے گئے ہیں جن میں سب سے پہلی چیز اجتماعی نظام ہے۔ فرمان مبارک کے الفاظ یہ ہیں" انا امرکم بخمس اللہ امرنی بھن بالجماعۃ والسمع والطاعۃ والھجرۃ والجھاد فی سبیل اللہ فانہ من خرج من الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ الا ان یرجع ومن دعا بدعوی الجاھلیۃ فھو من جثاء جھنم قالوا یا رسول اللہ وان صام وان صلی قال وان صام وان صلی و زعم انہ مسلم (مسند احمد بن حنبل ج ۴ صفحہ ۱۳۰) (میں امیر اور آمر کی حیثیت سے امت کے افراد کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ (۱) الجماعۃ (اجتماعی نظم کا قیام) (۲) السمع (امیر کا حکم سننا) (۳) الطاعۃ (حکم کی تعمیل اور اطاعت) (۴) الھجرۃ (اجتماعی مطمع نظر کے لئے وطن سے نکل جانا) (۵) الجھاد (خدائے واحد کے راستے میں جہاد)۔ آخر میں فرمایا جو فرد جماعت

سے بالشت بھر علیحدہ ہوگا۔ اس کی گردن سے فوراً اسلامی پٹہ کٹ کر علیحدہ ہو جائیگا۔ اس کے بعد جو شخص زمانہ جاہلیت کی روایات کی طرف رجوع کرے گا۔ اس کا مقام جہنم ہے خواہ وہ روزوں پر روزے رکھے اور نمازوں پر نمازیں پڑھتا رہے")

یہ قرآن کریم اور حدیث پاک کے واضح احکام کی صاف تفسیر ہے، اس سے ان مسلمانوں کو اپنا حشر معلوم ہو سکتا ہے جنہوں نے صدیوں سے نمازوں اور روزوں پر قناعت کر رکھی ہے اور فرمان نبوی کی واجب التعمیل ہدایات کی تکمیل کو ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قول وعمل کی مطابقت کا نمونۂ احسن تھے۔ اس لئے ہر معاملے کی طرح جماعت کے قیام کے لئے زبان مبارک سے جو جملے ادا ہوئے تھے۔ ان کو حکمت عمل کی صورت میں بھی پیش فرمایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکوین امت کے لئے وہ تمام طریقے اختیار فرمائے جو ایک ترقی یافتہ ملی نظام کے لئے ضروری ہو سکتے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے دنیا کے سامنے بنی آدم کی عظمت کا قانون پیش فرمایا۔ جس کا مفہوم یہ تھا کہ تمام انسان بہ حیثیت انسان درائے عظمت ہیں، اس کے بعد تمام نسل انسانی کو قانون مساوات سے آگاہ کیا اور فرمایا" یاایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثیٰ وجعلنا کم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (الحجرات ۱۳) ان من اخیرکم احسنکم خلقاً (بخاری۔ ج ۲۔ ص ۸۹۱)" تمام انسان خدا کی مخلوق اور ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ قومیں نسلیں اور قبیلے اس لئے ہیں تاکہ ان کو علیحدہ پہچانا جا سکے۔ شرافت اور عظمت کا معیار یہ چیزیں نہیں بلکہ نیکو کاری اور پرہیزگاری ہے، اور ارجمند انسان وہ ہے جو کردار کا اچھا ہے اور نفس انسانی کو بدترین کاموں سے بچا سکتا ہے"۔

جب تک آپ کا قیام مکے میں رہا، قرآن نے انسانی سوسائٹی کو اپنا مخاطب بنایا یہ اس امر کی علامت تھی کہ اسلام کے ملی نظام کا منتہا انسانیت کی تنظیم ہے، جب مکے میں زمانہ جاہلیت کے لیڈروں نے آپ کی کامیابی کو دشوار کر دیا۔ تو تکوین امت کے کام کو نئے میدانوں میں اور نئے اشخاص کی تلاش میں مکے سے باہر کی دنیا کو دیکھنے کے لئے دوسرے شہروں میں جانا پڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ فراست نے خدا کی مرضی سے ہجرت کا اصول وضع کیا۔ ہجرت کے قانون نے توسیع امت کی مہم کو کامیابی کی معراج پر پہنچا دیا۔ سب سے پہلے آپ کی ہدایت پر حبش کی طرف ہجرت کی گئی۔ جس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں۔ اس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہاں اسلام

کی شعاعیں خود بخود پھیل گئیں۔"(۱) اس کے بعد آپ زید کو ساتھ لے کر طائف گئے، اس سفر میں بظاہر آپ کو ناامیدی کا سامنا کرنا پڑا، تاہم وہاں آپ نے گہرے نقوش چھوڑے اور ایک کافر سردار مطعم بن عدی کی حمایت حاصل ہو گئی"(۲)۔ آخر میں مدینے کی ہجرت عمل میں آئی جس کے نتیجے میں مدینہ اسلام کی ریاست عام کا پہلا دارالخلافہ قرار پایا۔ مکے کے مہاجرین اور مدینے کے انصار آپ کی ہدایات پر بھائی بھائی ہو گئے۔ یہ رشتہ بالکل حقیقی رشتہ بن گیا۔ کوئی انصاری مرتا تو اس کی جائیداد اور مال مہاجر کو ملتا تھا۔ اور بھائی بند محروم رہتے، یہ اس فرمان الٰہی کی تعمیل تھی۔ ان الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض۔ (انفال ۲) (وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی اور ان کی مدد کی یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں) جنگ بدر کے بعد جب مہاجرین کو اعانت کی ضرورت نہ رہی تو یہ آیت اتری واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض (انفال ۷۵) ارباب قرابت ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں) اس طرح اخوت کا اصول مسلمانوں کی سیاست ملی میں داخل ہو گیا۔

جب مدینے میں مہاجرین و انصار جمع ہو گئے تو پہلی مرتبہ امت کے لئے حقیقی بنیاد رکھ دی گئی۔ قرآن میں پہلے صرف انسانوں کو خطاب کیا گیا تھا۔ اب اس میں ایماندار انسانوں کی اجتماعی ہیئت سے بھی خطاب شروع ہو گیا۔ "انما المؤمنون اخوۃ" الحجرات آیت ۱۰۔ یہ وہ قانون تھا جو اسلامی معاشرے کی ادا پر چھا گیا، انسانیت کو پہلی مرتبہ حکمت عملی کے میدان میں اس قانون کا تجربہ ہوا۔ جو تحریکوں کی دنیا میں فاتح بن کر نمودار ہوا تھا، آنحضرت نے امت مسلمہ کی تنظیم کو برقرار رکھنے کے لئے سیاسی اسلوب پر زبردست ہدایات جاری کیں، احادیث میں جابجا مسلم فرد اور اسلامی سوسائٹی کی حقیقت پر زور دیا۔

اتحاد اسلامی سوسائٹی کی تعریف :

قرآن نے اسلامی سوسائٹی کے برگزیدہ رکن (مومن) (جیسے جسم میں سر) کی تعریف یہ کی ہے" من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن" (جو ایماندار ہو اور کردار کا اچھا ہو، یعنی مومن صالح ہو، خواہ مرد ہو یا عورت۔ سورۃ النحل آیت ۹۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگوں کی مثال ایسی ہے "کالرأس فی الجسد" اور "الناس کاسنان المشط" لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں۔ مقولہ عمرؓ (امت کے ایک فرد کو دوسرے

فرد سے جو تعلق ہے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے "المسلم اخو المسلم" (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے) آپ نے مسلمانوں کے سیاسی معاشرے کی وحدت اور اتحاد پر زور دیا اور فرمایا! "تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد" (جواہر البخاری حدیث ۶۵۱) (ج ۔ ۲ ۔ ص ۔ ۸۸۹) (مسلمان دینی، اجتماعی شان اور باہمی تعامل کے اعتبار سے ایسے ہیں جیسے جسم واحد") اس جسم واحد کے عناصر میں جو ربط و ضبط ہے اس کا استحکام معمولی نہیں ہے بلکہ پوری قوت کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہے) اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں ہوا۔" ان المؤمن للمؤمن کا لبنیان یشد بعضہ بعضاً (بخاری ج ۔ ۲ کتاب الادب ص ۸۹۰) (ایک فرد دوسرے فرد سے مل کر ایسا ہو جاتا ہے جیسے بنیان واحد کے اجزاء ایک دوسرے سے مضبوطی کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں")

چونکہ امت کے اجتماعی نظام کا بڑا منشا نوع انسان کی وحدت ہے، اور انسانی انتشار میں نسلی تفریقات کو بہت بڑا دخل ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلے کو بھی صاف فرمایا۔ ان من اخیرکم احسنکم خلقا (بخاری ۔ ج ۲ ۔ ص ۸۹۱) (تم میں ارجمند وہ ہے جو کردار کا اچھا ہو")

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی نظام کے موجبات پر زور دینے کے ساتھ ان عوامل سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی جن سے اسلامی معاشرے میں داخلی جنگ، بدنظمی اختلاف و انتشار اور تقسیم و تفریق کی صورتیں پیدا ہوں۔

اجتماعی سوسائٹی کے اجتماعی نظام کا خراب ہونا:

اجتماعی نظام دو طرح سے خراب ہو سکتا ہے۔

(۱) فرد آپس میں جنگ و پیکار پر کمربستہ ہو جائیں۔

(۲) افراد مرکزی نظام حکومت سے جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

پیغمبر اسلام نے دونوں صورتوں کے متعلق ہدایات جاری فرمائیں، جماعتی نظام کے قیام کا حکم دیا اور اختلاف کی ہر ایک صورت سے باز رہنے کا حکم جاری کر دیا۔ آپ نے صحابہ کرام سے عہد لیا، عن عبادۃ ابن الصامت قال دعانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبایعناہ فقال فیما اخذ علینا ان بایعنا علی السمع والطاعتہ فی منشطنا ومکرھنا وعسرنا ویسرنا واثرۃ علینا وان لا ننازع الامر اھلہ الا ان

تروا کفراً بواحا عندکم من اللہ فیہ برھان۔

عبادۃ بن صامت کہتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم علیہ السلام نے بلایا اور ہم نے آپ کی بیعت کی تو آپ نے ہم سے عہد لیا، کہ ہم معاہداتِ حکومت میں پورا ساتھ دیں گے، اور امیر حکومت کے خلاف محاذ جنگ قائم نہیں کریں گے۔ جب تک وہ اسلام کے قانون کے مطابق امیر ہے اور اس سے کھلا کفر ظاہر نہیں ہوتا۔

(جواہر البخاری حدیث ۴۷۷)

داخلی جنگ کے وقوع کو روکنے کے لئے قرآن نے مسلمانوں کے نام فرمان جاری کیا۔

" وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احداھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ " (الحجرات آیت - ۹)

" (اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں، تو ان میں صلح کرا دی جائے - اگر ایک جماعت نہ مانے تو تمام مسلمان مل کر اس سے جنگ کریں، یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم پر لوٹ آئے) نبی کریم علیہ السلام نے اس حکم کی تائید میں مسلمانوں کے نام یہ اصولی ہدایات جاری فرمائیں۔ الا ان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم (۴) خطبہ حجۃ الوداع مشکوۃ کتاب الحج (خدا نے تمہارا خون تمہارا مال اور تمہاری آبرو کو تم پر حرام کر دیا ہے) -

لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض۔ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن اڑانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

قرآن مجید نے مسلمانوں کے قاتل مسلمان کی سزا جہنم تجویز کی ہے، ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا۔ سورہ النساء آیت ۹۳ (اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا) اس مسئلے میں بھی آپ نے دو حکم جاری کئے:

(۱) من حمل علینا السلاح فلیس منا (۵)۔ جو مسلمان کسی مسلمان پر لشکر کشی کرے وہ ہمارے دائرہ اجتماعی سے خارج ہے بلکہ لا یشیر احدکم علی اخیہ بالسلاح فانہ لا یدری لعل الشیطان ینزع فی یدہ فیقع فی حفرۃ من النار (۶)۔ (تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ بھی نہ کرے، وہ نہیں جانتا ممکن ہے شیطان اس کے ہاتھ سے چھڑوا دے تو وہ آگ کے گڑھے میں گر جائے)

[illegible]

صاحبہ۔ (اگر دو مسلمان ایک دوسرے پر حملہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں کی سزا جہنم ہے۔ کیونکہ ارادہ قتل میں دونوں برابر کے حریص اور شریک ہیں)۔[7]

نبی کریم علیہ السلام نے داخلی جنگ کے موجبات کو روکنے کے لیے بھی احکام جاری کئے۔ اجتماعی نظام کے دائرے میں جو چیزیں آمادہ جنگ کرتی ہیں، آپ نے ان کو متعین کیا وہ یہ ہیں، افراد کی بدگمانی، عیب جوئی ایک دوسرے کے خلاف جاسوسی، آپس کا بغض و عناد، ایک کے خلاف دوسرے کی مخالفانہ تدبیریں، دیدہ پا غصہ اور قطع تعلق۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں سے منع فرمایا۔ اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جاری کردہ ہدایات حسب ذیل ہیں :۔

(الف) "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده"[8] (مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان کے حملے سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں)

(ب) ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا ولا تناجشوا وکونوا عباد الله اخوانا[9] (مسلمان مسلمان کے خلاف بدگمانی نہ کرے بدگمانی لغو اور جھوٹ ہے۔ ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کی جائے۔ باہم حسد نہ کیا جائے۔ بغض کو جائز نہ رکھا جائے۔ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے خلاف مخالفانہ تدبیر نہ کرے۔ سب کے سب خدا کے بندے اور بھائی ہیں۔

(ج) لا یحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال، یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدأ بالسلام۔ (کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ربط و ضبط توڑے۔ وہ دونوں راہ میں ملیں تو یہ منہ موڑے اور وہ اعراض کرے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے گا۔

(د) "قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا تغضب ! لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملك نفسه عند الغضب" (غصہ نہ کیا جائے۔ بہادر وہ نہیں کہ جو بہادر کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔)

یہ تھے وہ قوانین جن کی تعمیل کرنے سے منتشر عرب ایک ایسی امت عظمیٰ کی شکل میں مدغم ہو گئے جس کی مثال تلاش کئے سے نہیں ملتی۔

حوالہ جات

(۱)۔ سیرۃ النبی جلد اوّل شبلی نعمانی ص۲۳۴ مطبع اعظم گڑھ ۱۳۹۱ھ۔

(۲)۔ ایضاً ص۲۵۱۔

(۳)۔ سیرۃ النبی جلد اوّل ص۲۸۴-۲۸۵۔

(۴)۔ جواہر البخاری حدیث نمبر ۲۰۳۔

(۵)۔ جواہر البخاری حدیث نمبر ۷۴۹۔

(۶)۔ جواہر البخاری حدیث نمبر ۷۴۴۔

(۷)۔ جواہر البخاری حدیث نمبر ۷۵۰۔

(۸)۔ ایضاً حدیث نمبر ۷۲۴۔

(۹)۔ ایضاً ۵۵۴، بخاری ج۔ ۲۔ کتاب الادب ۸۹۶۔

(۱۰)۔ ایضاً حدیث نمبر ۶۶۹۔

(۱۱)۔ ایضاً۔ ۶۷۳۔